باب 2

انسان بطور وسیلہ

4919CH02

عمومی جائزہ (Overview)

باب ''انسان بطور وسیلہ'' ایک کوشش ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ آبادی معیشت کے لئے ایک اثاثہ ہے نہ کہ بوجھ۔ یہ آبادی انسانی سرمایہ کی شکل میں اس وقت بدل جاتی ہے جب تعلیم، تربیت اور طبی سہولیات کی شکل میں سرمایہ کاری (investment) کی جاتی ہے۔ درحقیقت، انسانی سرمایہ، مہارت اور پیداواری علم کا ذخیرہ ہے جو کہ ان میں ٹھوس شکل میں موجود ہے۔

''وسیلے کے طور پر لوگ'' ملک کے کام کرنے والے لوگوں کو ان میں موجود پیداواری مہارتوں اور صلاحیتوں کی اصطلاح میں حوالہ دینے کا ایک طریقہ ہے۔ اس پیداواری پہلو سے آبادی پر نظر ڈالتے ہوئے کل قومی پیداوار (GNP) کی تخلیق میں اشتراک کرنے کی اس کی (آبادی کی) اہلیت پر زور دیتا ہے۔ دوسرے وسائل کی طرح آبادی بھی ایک وسیلہ ہے جس کو ہم ''انسانی وسیلہ'' کہہ سکتے ہیں۔ یہ ایک بڑی آبادی کا مثبت پہلو ہے جس کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ہم آبادی کو غذا، تعلیم اور طبی سہولیات مہیا کرنے جیسے مسائل کو نظر میں رکھتے ہوئے صرف اس کے منفی پہلو ہی کو دیکھتے ہیں۔ جب موجود انسانی وسیلہ زیادہ تعلیم یافتہ اور صحت مند ہونے کے ذریعہ مزید ترقی پاتا ہے تو ہم اس کو ''انسانی سرمایے کی تشکیل'' کہتے ہیں جو ''مادی تشکیل اصل'' جیسی ملک کی پیداواری قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

انسانی سرمایہ (تعلیم، تربیت اور طبی دیکھ بھال کے ذریعہ) بالکل وہی پھل دیتا ہے جیسا کہ مادی سرمایہ میں اصل کاری کرنا۔ اس کو براہ راست زیادہ تعلیم یافتہ یا بہتر تربیت یافتہ لوگوں کی پیداواریت کی وجہ سے اعلیٰ کمائی کی شکل میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس میں صحت مند لوگوں کی اعلیٰ پیداواریت کو بھی دخل ہے۔

© NCERT not to be republished

کس طرح اصلاح شدہ پیداواری ٹکنالوجیوں کی شکل میں بہتر علم کا درآ مد یہ کیاب زمینی وسائل کی پیداواریت کو بڑی تیزی سے بڑھا سکتا ہے، سبز انقلاب اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ ہندوستان اطلاعاتی ٹکنالوجی (IT) انقلاب اس کی ایک دلچسپ مثال ہے کہ اونچی حیثیت حاصل کرکے کس طرح انسانی اصل مادی پلانٹ اور مشینری کی نسبت اہم ہوگیا ہے۔

ماخذ: پلاننگ کمیشن، گورنمنٹ آف انڈیا

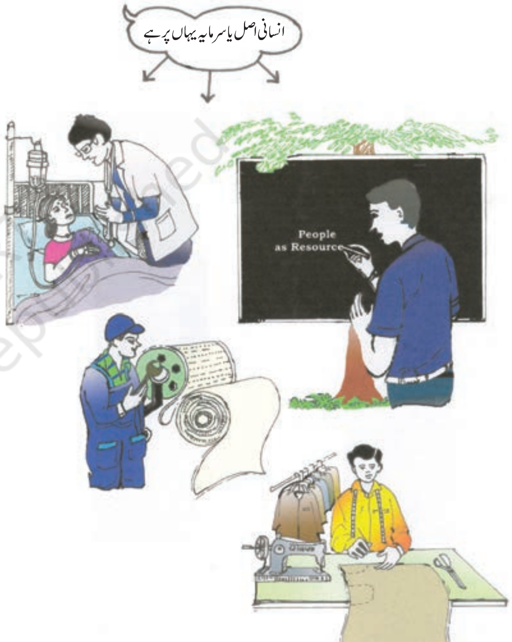

شکل : 2.1

آیئے بحث کریں

- فوٹوگراف کو دیکھ کر کیا آپ واضح کرسکتے ہیں کہ معیشت کے لیے ایک ڈاکٹر، استاد، انجینئر اور درزی کس طرح ایک اثاثہ ہیں۔

نہ صرف زیادہ تعلیم یافتہ اور صحت مند عوام اونچی آمدنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں بلکہ سماج بھی بالواسطہ طور پر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، کیونکہ زیادہ تعلیم یافتہ اور صحت مند آبادی کے فوائد ان لوگوں تک بھی پہنچتے ہیں جو براہ راست خود تعلیم یافتہ نہ ہوں یا انہوں نے حفظانِ صحت کی جانب توجہ نہ کی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک طرح سے انسانی سرمایہ زمین اور مادی سرمایہ جیسے دوسرے وسائل سے کہیں بہتر ہے۔ انسانی وسیلہ زمین اور سرمایہ کو استعمال کرسکتا ہے۔ زمین اور سرمایہ بذاتِ خود سودمند نہیں ہوسکتے۔

ہندوستان میں کئی دہائیوں تک آبادی کو اثاثہ کے بجائے ایک بوجھ سمجھا جاتا رہا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک بڑی آبادی ایک بوجھ ہو۔ اس کو انسانی سرمایہ میں اصل کاری کے ذریعہ پیداواری اثاثہ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ (مثلاً تعلیم اور سب کے لیے صحت پر وسائل کو خرچ کرکے، جدید ٹکنالوجی کے استعمال میں صنعتی اور زراعتی کام کرنے والوں کی تربیت اور فائدہ مند سائنٹفک تحقیق وغیرہ)

مندرجہ ذیل دو صورتیں واضح کرتی ہیں کہ کس طرح لوگ زیادہ پیداواری وسیلہ بننے کی کوشش کرسکتے ہیں۔

ساکل کی کہانی

دو دوست ولاس اور ساکل تھے جو ایک ہی گاؤں سیما پور میں رہتے تھے۔ ساکل کی عمر بارہ سال تھی۔ اس کی ماں شیلا گھریلو کام کاج کرتی تھی۔ اس کا باپ بوٹا چودھری ایک کھیت میں کام کرتا تھا۔ ساکل گھریلو کام میں اپنی ماں کی مدد کرتا تھا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی جیتو اور بہن سیتو کی بھی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اس کا چچا شیام دسویں جماعت

© NCERT not to be republished

شکل 2.2 : ساکل اور ولاس کی کہانیاں

پاس تھا لیکن وہ گھر میں بیٹھا رہتا تھا کیونکہ وہ بیکار تھا۔ بوٹا اور شیلا نے ساکل کو تعلیم دلانے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ جلد ہی ساکل نے گاؤں کے اسکول میں داخلہ لے لیا۔ اس نے پڑھنا شروع کیا اور اپنی ہائیر سکنڈری کی تعلیم مکمل کر لی۔ اس کے باپ نے کمپیوٹر میں پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرانے کے لیے ساکل کے لیے قرض لے لیا۔ ساکل ہونہار بچہ تھا اور شروع ہی سے تعلیم میں دلچسپی رکھتا تھا پوری قوت اور جوش وخروش کے ساتھ اس نے کمپیوٹر میں اپنی تعلیم مکمل کر لی۔ تھوڑی مدت بعد اس کو ایک پرائیویٹ فرم میں ملازمت مل گئی۔ اس نے بالکل ایک نئے طرز کا سافٹ ویئر ڈیزائن کیا۔ اس سافٹ ویئر نے فرم کی فروخت بڑھانے میں مدد کی۔ اس کے مالک نے اس کی خدمات کو تسلیم کیا اور اس کی ترقی کی صورت میں اس کو انعام دیا۔

ولاس کی کہانی

ولاس ایک ایسا گیارہ سال کا لڑکا تھا جو ساکل کی طرح اسی گاؤں میں رہتا تھا۔ ولاس کا باپ مہیش ایک مچھیرا تھا۔ جب وہ صرف دو سال کا تھا تو اس کا باپ فوت ہو گیا تھا۔ اس کی ماں گیتا اپنی فیملی کا پیٹ بھرنے کے لئے مچھلیاں فروخت کرتی تھی۔ وہ زمین کے مالک کے تالاب سے مچھلیاں خریدتی تھی جن کو وہ نزدیکی منڈی میں بیچ آتی تھی۔ وہ مچھلیاں فروخت کر کے یومیہ صرف 20 سے 30 روپیہ تک کما لیتی تھی۔ ولاس گٹھیا کا مریض ہو گیا۔ اس کی ماں ڈاکٹر کو دکھانے کا خرچ برداشت نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی وہ اسکول جا سکتا تھا۔ اس کو تعلیم سے بھی کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ کھانا پکانے میں اپنی ماں کی مدد کرتا تھا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی موہن کی بھی دیکھ بھال کرتا تھا۔ تھوڑی مدت بعد اس کی ماں بیمار پڑ گئی۔ اب ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی بھی نہ تھا اور رشتہ داروں میں

© NCERT not to be republished

کوئی ایسا بھی نہ تھا جو ان کو سہارا دیتا۔ ان حالات میں ولاس بازار میں مچھلیاں فروخت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ بھی اپنی ماں کی طرح معمولی سی رقم کما پاتا تھا۔

آیئے بحث کریں

- کیا آپ دونوں دوستوں میں کوئی فرق پاتے ہیں؟ وہ فرق کیا ہیں؟

سرگرمی

اپنے نزدیکی گاؤں یا کسی گندی بستی (سلم) میں جایئے اور اپنی عمر کے ایک لڑکے یا لڑکی کا مطالعہ کیجیے جن کو ان ہی حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس طرح کا ولاس یا ساکل کو۔

ان دو مطالعوں میں ہم نے ساکل کو اسکول جاتے ہوئے دیکھا۔ ولاس اسکول نہیں گیا۔ ساکل جسمانی طور سے مضبوط اور صحت مند تھا۔ اس کو اکثر و بیشتر ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ولاس گٹھیا کا مریض تھا وہ ڈاکٹر کے پاس جانے کیلئے ضروری وسائل سے محروم تھا۔ ساکل نے کمپیوٹر میں ڈگری حاصل کر لی۔ اس کو ایک پرائیویٹ فرم میں ملازمت مل گئی جبکہ ولاس نے اپنی ماں کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنی ماں کی طرح اپنی فیملی کو سہارا دینے کے لیے اس کی آمدنی نہایت قلیل تھی۔

ساکل کے معاملے میں، تعلیم کے کئی سالوں نے اس کی محنت کے معیار کو بڑھا دیا۔ جس کی وجہ سے اس کی کل پیداواریت میں اضافہ ہوا۔ کل پیداواریت معیشت کی افزائش میں اضافہ کرتی ہے۔ پھر یہ خصوصیت فرد کو تنخواہ یا کسی دوسری شکل میں بدل دیتی ہے۔ ولاس کی صورت میں، اس کی ابتدائی زندگی میں اس کو نہ تو کوئی تعلیم مل سکی اور نہ ہی صحت کی دیکھ بھال۔ وہ اپنی ماں کی طرح اپنی زندگی مچھلیاں فروخت کر کے گزارتا ہے۔ اس کے بعد، اپنی ماں کی طرح اس کو بھی وہی بے ہنر مزدوری کی تنخواہ ملتی ہے۔

انسانی وسیلہ (بذریعہ تعلیم اور طبی دیکھ بھال) میں سرمایہ کاری (Investment) مستقبل میں منافع کی نہایت اونچی شرح دے سکتی ہے۔ لوگوں پر ایسی سرمایہ کاری بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ زمین اور سرمایہ کی سرمایہ کاری۔ ہم مستقبل میں زیادہ واپسی کی امید میں میں شیئر اور بونڈ میں سرمایہ کاری کرتے کرتے ہیں۔

ایک بچہ بھی جس کی تعلیم اور صحت پر سرمایہ کاری کی گئی ہو، مستقبل میں اعلیٰ کمائی اور سماج کے لیے زیادہ پیداوار کر سکتا ہے۔ تعلیم یافتہ والدین اور سرپرست اپنے بچوں کی تعلیم پر زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود ان کو بھی اپنی تعلیم کا احساس رہا ہے۔ وہ مناسب غذا اور حفظانِ صحت کی جانب بھی حساس اور باخبر رہتے ہیں۔ اپنے اسی مزاج کے مطابق وہ اپنے بچوں کی اسکولی تعلیم اور ان کے بہتر صحت کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ جس سے ان کی زندگی میں بہتر حالات پیدا ہو جاتے ہیں اس کے برعکس وہ والدین جن کو یہ سہولیات میسر نہیں ہیں اور وہ خود غیر تعلیم یافتہ ہیں، حفظان صحت کے اصولوں سے عاری ہیں، وہ اپنے بچوں کے لیے ناقابل عبور حالات پیدا کر دیتے ہیں۔

جاپان جیسے ممالک نے انسانی وسیلہ پر سرمایہ کاری کی ہے۔ ان کے ملک میں قدرتی وسائل نہیں ہیں۔ ایسے ممالک ترقی یافتہ اور امیر ہیں وہ اپنے ملک میں ضروری قدرتی وسائل درآمد

© NCERT not to be republished

کرتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ وہ امیر اور ترقی یافتہ کیوں بن گئے؟انہوں نے تعلیم اور صحت کے میدان میں اپنے ملک کے عوام پر سرمایہ کاری کی ہے۔ان اقوام نے زمین اور سرمایہ جیسے دوسرے وسائل کا بہتر استعمال کیا ہے۔صلاحیت اور ٹکنالوجی کے ارتقاء نے ان کو امیر اور ترقی یافتہ بنا دیا ہے۔

مردوں اور عورتوں کی معاشی سرگرمیاں
(Economic Activities by Men and Women)

ولاس اور ساکل کی طرح لوگ مختلف سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ہم نے دیکھا کہ ولاس مچھلی بیچتا ہے اور ساکل کسی فرم میں نوکری کرتا ہے۔مختلف سرگرمیوں کی درجہ بندی تین اہم سیکٹروں میں کی گئی ہے۔یعنی ابتدائی، ثانوی اور ثالثی ۔ ابتدائی سیکٹر میں زراعت، جنگلات، مویشی پالن، ماہی گیری (fishing)،مرغی پالن اور کان کنی

شکل 2.3: اس تصویر کی بنیاد پر کیا آپ ان سرگرمیوں کی درجہ بندی تین سیکٹروں میں کر سکتے ہیں؟

جیسی سرگرمیاں شامل ہیں۔ پتھر نکالنا (کان سے) اور اشیاء سازی ثانوی سرگرمیاں ہیں۔ تجارت، نقل و حمل، ترسیل بینکنگ، تعلیم، صحت، سیر و تفریح (tourism)، خدمات اور بیمہ وغیرہ جیسی سرگرمیاں ثالثی سیکٹر کے تحت آتی ہیں۔ان سیکٹروں کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں اشیاء اور خدمات وجود میں آتی ہیں۔ یہ تمام سرگرمیاں قومی آمدنی کی قدر میں اضافہ کرتی ہیں۔ان تمام سرگرمیوں کو معاشی سرگرمیاں کہتے ہیں۔معاشی سرگرمیوں کے دو حصے ہوتے ہیں۔ بازاری سرگرمیاں اور غیر بازاری سرگرمیاں۔ بازاری سرگرمیوں میں کسی بھی ایسے شخص کے کام کے لیے معاوضہ شامل ہے جو اسے کرتا ہے۔ یعنی وہ سرگرمی جو تنخواہ یا نفع کے لئے کی جاتی ہے۔ان میں اشیاء یا خدمات کی پیداوار شامل ہے جن میں سرکاری ملازمت بھی آتی ہے۔اپنے صرف کے لئے پیداوار غیر بازاری زمرہ میں آتی ہیں۔ یہ صرف، ابتدائی اشیاء کی تیاری اور اپنے لئے قائم اثاثوں (fixed assets) کی پیداوار ہو سکتے ہیں۔

سرگرمی

اپنے رہائشی علاقہ کے نزدیک واقع کسی گاؤں یا کالونی کا دورہ کیجئے اور اس گاؤں یا کالونی کے لوگوں کی مختلف سرگرمیاں نوٹ کیجئے۔

اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اپنے پڑوسی سے اس کا پیشہ پوچھئے۔ آپ کون سے تین سیکٹروں میں ان کے کام کی زمرہ بندی کریں گے؟

بتائیے یہ سرگرمیاں معاشی ہیں یا غیر معاشی:

ولاس بازار میں مچھلیاں فروخت کرتا ہے۔

ولاس اپنی فیملی کے لئے کھانا بناتا ہے۔

© NCERT not to be republished

ساکل ایک پرائیویٹ فرم میں کام کرتا ہے۔
ساکل اپنے چھوٹے بھائی اور بہن کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

کنبے میں اندر مردوں اور عورتوں کے درمیان محنت (کام) کی تقسیم تاریخی اور ثقافتی اسباب کی بنا پر پائی جاتی ہے۔ عام طور سے عورتیں گھریلو کام کاج کی دیکھ بھال کرتی ہیں جبکہ مرد کھیت میں کام کرتے ہیں۔ ساکل کی ماں کھانا بناتی ہے، برتن صاف کرتی ہے، کپڑے دھوتی ہے، گھر کی صفائی کرتی ہے اور بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ ساکل کا باپ بوٹا کاشت کاری کرتا ہے، بازار میں اپنی پیداوار کو فروخت کرتا ہے اور اپنی فیملی کے لیے روپیہ کماتا ہے۔

شیلا کو اپنی کنبے کی پرورش اور دیکھ بھال کے لیے کی گئی خدمات کے بدلے رقم کی شکل میں کوئی ادائیگی نہیں ہوتی۔ بوٹا روپیہ کماتا ہے جس کو وہ اپنی کنبے کی پرورش پر خرچ کر دیتا ہے۔ کنبے میں کی گئی خدمات کے لیے عورتوں کو کوئی ادائیگی نہیں کی جاتی۔ ان کی خدمات قومی آمدنی کا حصہ نہیں بنتیں۔ قومی آمدنی آپ کے ملک میں پیدا کی ہوئی اشیاء اور خدمات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔

ولاس کی ماں گیتا کو مچھلیاں فروخت کر کے آمدنی ہوئی۔ اس طرح عورتوں کو ان کی خدمات کے لیے اس وقت ادائیگی ہوتی ہے جب وہ بازار میں داخل ہوتی ہیں۔ ان کی کمائی، ان کے مرد ہم منصب کی طرح ان کی تعلیم اور مہارت کی بنیاد پر طے کی جاتی ہے۔ تعلیم کسی فرد کو حاصل معاشی مواقع کے بہتر استعمال میں مدد کرتی ہے۔ تعلیم اور مہارت بازار میں کسی فرد کے کمانے کی اہم حدود ہیں۔ عورتوں کی اکثریت کم تعلیم یافتہ ہوتی ہے اور ان کی مہارتی تشکیل نچلے درجے کی ہوتی ہے۔ مردوں کے مقابلے عورتوں کو کم ادائیگی ہوتی ہے۔ زیادہ تر عورتیں ایسی جگہ کام کرتی ہیں جہاں ملازمت کا تحفظ نہیں ہوتا۔ بہت سی سرگرمیوں کے لیے قانونی تحفظ تقریباً نہ کے برابر ہے۔ غیر مسلسل اور کم آمدنی اس سیکٹر کی خصوصیات ہیں، ان سیکٹروں میں زچگی کی چھٹی، بچے کی دیکھ بھال اور دوسرے سماجی تحفظ کے نظام جیسی بنیادی سہولیات کا فقدان ہے، تاہم ان عورتوں کو جن کے پاس اعلیٰ تعلیم، ہنر اور مہارت ہو، مردوں کے برابر ادائیگی ہوتی ہے۔ منظّم سیکٹر میں ان کو معلّمی اور طب کے پیشے اپنی جانب سب سے زیادہ مائل کرتے ہیں۔ چند عورتیں انتظامی اور دوسری خدمات میں بھی داخل ہو چکی ہیں جن میں ایسی خدمات بھی ہیں جن میں اعلیٰ سطح کی سائنٹفک اور ٹکنالوجیکل خدمات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اپنی بہن یا اپنی کلاس کی ساتھی سے پوچھیے کہ وہ کیا کیریر اپنانا چاہتی ہے؟

آبادی کا معیار

آبادی کا معیار اس شرح خواندگی، امکانی زندگی اور مہارتی تشکیل پر منحصر ہوتا ہے جو کسی ملک کے لوگوں کو حاصل ہو۔ آخر کار آبادی کا معیار کسی ملک کی شرح افزائش کو طے کرتا ہے۔ ناخواندہ اور غیر صحت مند آبادی معیشت کے لیے ایک بار بن جاتی ہے۔ خواندہ اور صحت مند آبادی ملک کا اثاثہ ہے۔

تعلیم

زندگی کے ابتدائی سالوں میں ساکل کی تعلیم نے بعد کے سالوں میں اسے اچھی ملازمت اور تنخواہ کی شکل میں اس کا پھل دیا۔ ہم نے دیکھا کہ تعلیم ساکل کی ترقی کے لئے ایک اہم جز

© NCERT not to be republished

شکل 2.4: اسکولی بچے

تھی۔اس نے اس کے لیے نئے مواقع کی راہیں ہموار کیں، نئی تمنائیں اور خواہشات مہیا کیں اور زندگی کی اقدار کو ترقی دی۔ تعلیم صرف سائل ہی کو فیض نہیں پہنچاتی بلکہ یہ سوسائٹی کی

.......انسان ایک ایسا مثبت اثاثہ اور قیمتی قومی وسیلہ ہے جس کی پوری حرکیت کے ساتھ تربیت، نرمی اور احتیاط کے ساتھ دیکھ بھال ہونی چاہئے۔ ہر فرد کی نشو ونما کے لئے الگ الگ مسائل اور ضروریات در پیش ہوتی ہیں۔...اس پیچیدہ اور متحرک افزائشی عمل میں تعلیم کے عمل انگیز سرگرمی کو بڑی باریک بین منصوبہ بندی کی ضرورت پیش آتی ہے اور جس کو بڑی حساسیت کے ساتھ عمل درآمد کرنے کی ضرورت ہے۔

ماخذ: نیشنل ایجوکیشن پالیسی 1986

گراف 2.1 : ہندوستان میں شرحِ خواندگی

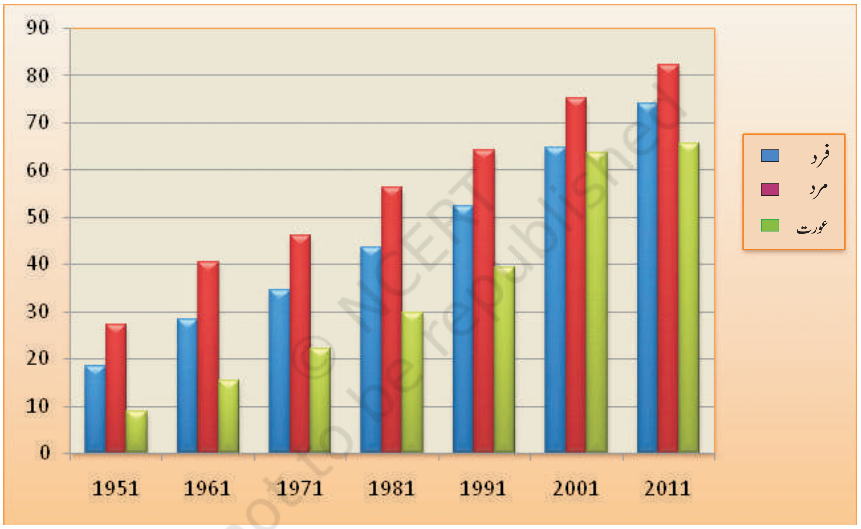

ماخذ: اینوس سینٹر برائے آبادی؛ اکنامی سروے 18-2017
(http://iipsenvis.nic.in/database/population4087.aspx)

آیئے بحث کریں

اس گراف کو پڑھیے اور مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیجئے:

1. کیا 1951 سے آبادی کی شرح خواندگی میں اضافہ ہوا ہے؟
2. ہندوستان کس سال میں سب سے اونچی خواندگی شرح پر تھا؟
3. ہندوستان کے مردوں میں خواندگی شرح بلند کیوں ہے؟
4. عورتیں، مردوں سے کم تعلیم یافتہ کیوں ہیں؟
5. آپ ہندوستان میں خواندگی شرح کا حساب کس طرح لگائیں گے؟
6. 2020 میں ہندوستان کی شرح خواندگی کے بارے میں آپ کا کیا اندازہ ہے؟

سرگرمی

اپنی کلاس یا اپنے قریبی اسکول میں مخلوط تعلیم پا رہے لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد معلوم کیجیے۔

اسکول منتظمین سے پانچ سال اور دس سال پہلے آپ کی کلاس میں تعلیم پا رہے لڑکے اور لڑکیوں کے اعداد و شمار مہیا کرنے کو کہیئے۔ ان میں اگر کوئی فرق ہے تو اس کا مطالعہ کیجیے اور اس کی اپنی کلاس میں وضاحت کیجیے۔

نشوونما میں بھی مدد کرتی ہے۔ یہ قومی آمدنی اور ثقافتی خوشحالی کو بڑھاتی ہے اور حکومت کی انتظامی صلاحیت بڑھاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم میں ہمہ گیری کے ساتھ، اسے برقرار رکھنے اور معیار کا اہتمام کیا گیا ہے، جس میں لڑکیوں پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ اسکول میں تعلیمی سلسلے کو برقرار رکھنے کے لیے ہر ضلع میں ایک نواودیہ ودیالیہ بھی قائم کیا گیا ہے۔ علم اور مہارتوں سے وابستہ پیشے کے ساتھ ہائی اسکول کے طلبا کی ایک بڑی تعداد کے لیے پیشہ ورانہ سلسلے کو ترقی دی گئی۔ تعلیم پر منصوبے کا خاکہ پہلے منصوبے میں 151 کروڑ روپے سے گیارھویں منصوبہ میں 3766.90 کروڑ روپے جا پہنچا۔ جی ڈی پی (GDP) کے طور پر تعلیم پر اخراجات 1951-52 میں 0.64% سے بڑھ کر 2013-14 میں 3.3% ہوگیا (بجٹ سے متعلق اندازہ)۔ مرکزی اور صوبائی حکومت اور ریزرو بینک آف انڈیا کے بجٹ دستاویزات کے مطابق GDP کا فیصد تعلیم پر اخراجات میں (BP) 2017-18 میں 2.7% سے کمی واقع ہوئی ہے۔

شرح خواندگی 1951 میں 18% سے 2010-11 میں 74% ہوگئی۔ خواندگی نہ صرف ایک حق ہے، بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس صورت میں شہری اپنے فرائض انجام دیتے ہیں اور اپنے حق سے صحیح طور پر استفادہ کرتے ہیں۔ تاہم آبادی کے مختلف طبقات میں کافی فرق دیکھا گیا ہے۔ مردوں میں خواندگی عورتوں کی بہ نسبت تقریباً 16.6% زیادہ ہے اور یہ دیہی علاقوں کے مقابلے شہری علاقوں میں تقریباً 16.1% زیادہ ہے۔ 2011 میں کیرل میں شرح خواندگی جہاں 94% تھی، وہیں بہار میں 62% ہے۔ 2013-14 میں ابتدائی اسکولوں کا نظام 8.58 لاکھ تک پھیل چکا ہے۔ بدقسمتی سے اسکولوں کی یہ زبردست

© NCERT not to be republished

جدول نمبر 2.1: اعلیٰ تعلیم کے اداروں، داخلہ اور اساتذہ کی تعداد

سال	کالجوں کی تعداد	یونیورسٹیوں کی تعداد	طلبا	اساتذہ
1950-51	750	30	2,63,000	24,000
1990-91	7,346	177	49,25,000	2,72,000
1998-99	11,089	238	74,17,000	3,42,000
2010-11	33,023	523	186,70,050	8,16,966
2012-13	37,204	628	223,02,938	9,25,396
2014-15	40,760	711	265,85,437	12,61,350
2015-16	41,435	753	284,84,741	14,38,000
2016-17	42,388	795	2,94,27,158*	14,70,190*

ماخذ: یو جی سی سالانہ رپورٹ 2010-11,2012-13,2013-14 اور منتخبہ تعلیمی شماریات، وزارت برائے فروغ انسانی وسائل

www.ugc.ac.in_AnnualReport 2016-17.pdf

* اعلیٰ تعلیم سے متعلق کل ہند سروے کے عارضی اعداد و شمار سے

توسیع اسکولی تعلیم کے کمزور معیار اور بیچ میں اسکول چھوڑنے والے طلبا کی اونچی شرح کے سبب بے اثر ہوگئی ہے۔ سروشکشا ابھیان (سب کے لئے تعلیم) 2010... تک چھ سے چودہ سال کے زمرۂ عمر میں تمام بچوں کے لیے ابتدائی تعلیم مہیا کرنے کی جانب ایک قدم ہے...

یہ مرکزی حکومت کا ایک متعینہ مدت کا اقدام ہے جو ریاستی اور مقامی حکومت اور کمیونٹی کی شراکت کے ساتھ ابتدائی تعلیم کی ہمہ گیریت کے مقصد کی حصولیابی سے متعلق ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم میں طلبا کے داخلہ کی تعداد بڑھانے کے لئے ارتباطی کورس اور اسکول چلو کیمپ شروع کئے گئے ہیں۔ اسکول میں طلبا کی حاضری کی اور تعلیم جاری رکھنے کی حوصلہ افزائی اور ان کی غذائی حالت میں بہتری پیدا کرنے کے لیے دوپہر کے کھانے کی اسکیم نافذ کی گئی ہے۔ حکومت کی یہ پالیسیاں ہندوستان میں خواندہ شہریوں کی تعداد بڑھا سکتی ہیں۔

بارھویں منصوبے میں 2017-18 تک 18 سے 23 سال کے بچوں کی اعلیٰ تعلیم میں داخلہ کی تعداد موجودہ 25.2% سے (2011-12) تک 30% بڑھانے کے لیے مخلصانہ کوشش کی گئی ہے۔ جو موٹے طور پر عالمی اوسط کے برابر ہوگی۔ یہ حکمت عملی بڑھتی ہوئی رسائی، معیات، ریاستوں کے مخصوص اصلاح نصاب اختیار کرنے، تعلیم کو پیشہ ورانہ رُخ دینے اور انفارمیشن ٹکنالوجی کے استعمال کے لیے نیٹ ورک کی ابتداء پر خاص توجہ دیتی ہے۔ یہ منصوبہ فاصلاتی تعلیم، رسمی اور غیر رسمی تعلیم کے جوڑنے اور فاصلاتی اور اطلاعاتی ٹکنالوجی (IT) تعلیمی اداروں پر بھی نظر رکھتی ہے۔ پچھلے پچاس برسوں میں مخصوص میدانوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹیوں اور اداروں کی تعداد میں قابل ذکر اضافہ ہوا ہے۔ آیئے ہم 1951 سے 2015-16 تک کالجوں، یونیورسٹیوں، طلباء کے داخلے اور اساتذہ کی تقرری کو دیکھنے کے لیے پچھلے صفحہ پر دی گئی جدول 2.1 پر نظر ڈالتے ہیں۔

آیئے بحث کریں

کلاس روم میں اس جدول پر بحث کیجئے اور مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیجئے۔

1. طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد کے داخلہ کے لیے کیا کالجوں کی تعداد میں مناسب اضافہ ہوا ہے؟
2. کیا آپ کے خیال میں یونیورسٹیوں کی تعداد بڑھنی چاہئے؟
3. سال 1998-99 میں اساتذہ کی تعداد میں کیا اضافہ نظر آرہا ہے؟
4. مستقبل کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

صحت

تجارتی کمپنیاں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی بھی فرم ایسے لوگوں کو ملازمت دینا پسند کرے گی جو اپنی غیر صحت مندانہ حالت کی وجہ سے اتنا اچھا کام نہیں کرسکتے جتنا کہ صحت مند ملازم؟

کسی شخص کی صحت مرض سے لڑنے کی اس کی امکانی صلاحیت اور اہلیت کا احساس دلاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک غیر صحت مند آدمی کسی تنظیم کے لیے ایک بوجھ بنا رہتا ہے۔ صحت ایک لازمی بنیاد ہے جس کے ذریعہ کسی کو اپنی آسودگی و خیر وعافیت سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آبادی کی صحت کی حالت کو بہتر کرنا ملک کا اوّلین فریضہ رہا ہے۔ آبادی کے کم مراعات یافتہ طبقہ پر مخصوص توجہ کے ساتھ ہماری قومی پالیسی کا بھی مقصد طبی دیکھ بھال تک رسائی، خاندانی فلاح اور تغذئی خدمات کی اصلاح ہے۔ سابقہ پانچ دہائیوں

© NCERT not to be republished

شکل 2.5: صحت کی دیکھ بھال کی جانچ کے لیے لائن میں کھڑے بچے۔

سے سرکاری اور نجی سیکٹر میں ابتدائی، ثانوی اور ثالثی دیکھ بھال کے میدان میں صحت سے متعلق مطلوبہ وسیع بنیادی ڈھانچ اور افرادی قوت کو فروغ دیا گیا ہے۔

اٹھائے گئے ایسے اقدامات سے 2014 میں زندگی کی امکانیت بڑھ کر 68.3 سال سے بھی اوپر ہو گئی ہے۔ اموات اطفال کی شرح☆ (IMR) جو 1951 میں 147 تھی 2016 میں 34 تک گر گئی ہے۔ اسی مدت کے دوران خام شرح پیدائش☆☆ (CBR) گر کر 20.4 پر آ گئی اور شرح اموات☆☆☆ 6.4 تک گر گئی۔ زندگی کی امکانیت میں اضافہ اور بچے کی دیکھ بھال میں اصلاح ملک کے مستقبل کے ترقی کا اندازہ لگانے میں مفید ہیں۔ زندگی کی طوالت میں اضافہ زندگی کے اچھے معیار کا اشاریہ ہے۔ بچوں کی شرح اموات سے حود اعتمادی ظاہر ہوتی ہے۔ اموات اطفال میں کمی کے تحت انفکشن سے بچوں کا تحفظ اور ماں و بچوں کی دیکھ بھال کے ساتھ ان کی غذائیت یا تغذیہ کو بھی یقینی بنانا شامل ہے۔

ماخذ: معاشیاتی سروے 18-2017، جلد 2

آیئے بحث کریں

جدول 2.2 کا مطالعہ کیجئے اور مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

1. 1951 سے 2015 تک دوا خانوں میں کتنے فیصد اضافہ ہوا ہے؟
2. 1951 سے 2015 تک ڈاکٹروں اور نرسوں کے عملے میں کتنے فیصد اضافہ ہوا ہے؟
3. کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے لئے ڈاکٹروں اور نرسوں کی تعداد میں اضافہ کافی ہے؟ اگر نہیں، تو کیوں؟
4. آپ ہسپتال میں دوسری کون سی سہولیات مہیا کرنا پسند کریں گے؟
5. اپنے کلاس روم میں ایک ایسے ہسپتال پر بحث کیجئے جہاں آپ جا چکے ہوں؟
6. کیا آپ اس جدول کو استعمال کرتے ہوئے گراف بنا سکتے ہیں؟

ہندوستان میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جو ان بنیادی سہولیات تک سے محروم ہیں۔ ملک میں کل 381 میڈیکل کالج اور 301 ڈینٹل کالج موجود ہیں۔ صرف چار صوبوں یعنی کرناٹک، آندھرا پردیش، تامل ناڈو اور مہاراشٹر میں سب سے زیادہ۔

☆ ایک سال سے کم عمر میں بچے کی موت جس سے ہوتی ہے۔

☆☆ مخصوص مدت کے دوران فی 1000 پیدا ہوئے بچوں کی تعداد شرح پیدائش کہلاتی ہے۔

☆☆☆ مخصوص مدت کے دوران فی 1000 فوت ہوئے لوگوں کی تعداد شرح اموات کہلاتی ہے۔

© NCERT not to be republished

جدول 2.2: مختلف سالوں میں صحت سے متعلق ضروری بنیادی ڈھانچے

	2013	2014	2015	2016	2017
H SC/PHC/CHC (ذیلی مرکز/ابتدائی ہیلتھ مرکز/کمیونٹی ہیلتھ مرکز)	181,139	182,709	184,359	185,933	187,505
دواخانے اور ہسپتال	29,274	29,715	29,957	30,044	31,641
بستر (سرکاری)	628,708	675,779	754,724	6,34,879	710,761
میڈیکل کاؤنسل میں رجسٹرڈ ڈاکٹر	45,106	33,536	20,422	25,282	17,982
نرسوں کا عملہ	2,344,241	2,621,981	2,639,229	2,778,248	2,878,182

SC: سب سینٹر، PHC: پرائمری ہیلتھ سینٹر، CHC: کمیونٹی ہیلتھ سینٹر۔

ماخذ: قومی صحت پروفائل 2017-18 ,2016 ڈائریکٹوریٹ آف آیوش، وزارت برائے صحت اور خاندانی بہبود۔

© NCERT not to be republished

سرگرمی

اپنے کسی نزدیکی سرکاری یا پرائیویٹ ہسپتال میں جائیے اور مندرجہ ذیل تفصیلات نوٹ کیجیے۔

جس ہسپتال میں آپ گئے ہیں، اس میں مریضوں کے کتنے بستر ہیں؟

اس ہسپتال میں ڈاکٹر کتنے ہیں؟

اس ہسپتال میں کتنی نرسیں کام کرتی ہیں؟

اس کے علاوہ درج ذیل مزید معلومات حاصل کرنے کی

کوشش کیجیے:

آپ کے علاقے میں کتنے ہسپتال ہیں؟

آپ کے علاقے میں کتنی ڈسپنسریاں (دواخانے) ہیں؟

بے روزگاری

ساکل کی ماں شیلا اپنے گھریلو کام کاج، بچوں کی دیکھ بھال، اور اپنے شوہر بوٹا کی کھیت پر مدد کرتی تھی۔ ساکل کا بھائی جیتو اور بہن سیتو اپنا وقت کھیل کود اور اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنے میں گزارتے تھے۔ کیا آپ شیلا یا جیتو یا سیتو کو بے روزگار یا بیکار کہہ سکتے ہیں۔ اگر نہیں، تو کیوں؟

کوئی شخص بے روزگار اس وقت ہوتا ہے جب وہ رائج اجرتوں پر کام کرنے کو راضی ہو لیکن اس کو کام نہ ملے۔ شیلا کو اپنی گھریلو حدود سے باہر کام کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ جیتو

اور سیتو ابھی بچے ہیں، لوگوں کی افرادی قوت میں ان کا شمار نہیں ہوسکتا اور نہ تو جیتو اور سیتو اور نہ ہی شیلہ کو بے روزگاری کے زمرہ میں رکھا جاسکتا ہے۔ کام کرنے والی آبادی میں 15 سے 59 سال کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ساکل کے بھائی اور بہن اس عمر گروپ میں نہیں آتے، اس لئے ان کو بے روزگار نہیں کہا جاسکتا۔ ساکل کی ماں شیلا اپنی فیملی کے لیے کام کرتی ہے وہ پیسے کے لئے اپنے گھر کی حدود سے باہر کام نہیں کرنا چاہتی، اس کو بھی بے روزگار نہیں کہا جاسکتا۔ ساکل کے دادا دادی کو بھی جن کا ذکر کہانی میں نہیں آیا ہے، بے روزگار نہیں کہا جاسکتا۔

ہندوستان کی صورتِ حال یہ ہے کہ یہاں دیہی اور شہری علاقوں میں بے روزگاری تو ہے، تاہم دیہی اور شہری علاقوں میں اس کی نوعیت جدا جدا ہے۔ دیہی علاقوں کے معاملے میں اس کی نوعیت موسمی اور بھیس بدل بے روزگاری کی ہے۔ شہری علاقوں میں زیادہ تر تعلیم یافتہ بے روزگار ہیں۔

موسمی بے روزگاری اس وقت آتی ہے جب لوگوں کو سال کے چند مہینوں کے دوران کام نہیں مل پاتا۔ زراعت پر منحصر لوگوں کو ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ زراعت میں بے حد مشغول موسم اس وقت آتا ہے جب بوائی، کٹائی، کھرپتوار کی صفائی اور گہائی کی جاتی ہے۔ زراعت پر منحصر لوگوں کو بعض مہینے ایسے ہیں جن میں کوئی کام نہیں ملتا۔

بھیس بدل بے روزگاری میں لوگ دیکھنے میں برسرِ روزگار لگتے ہیں۔ ان کے پاس زراعتی پلاٹ ہوتے ہیں۔ جہاں ان کو کام مل جاتا ہے۔ ایسا عام طور سے ان فیملی ممبران میں ہوتا ہے جو زراعتی سرگرمیوں میں لگے ہوتے ہیں۔ جب کھیت کے کام کی نوعیت ایسی ہو کہ وہاں پانچ لوگوں کی خدمات کی ضرورت ہو لیکن آٹھ لوگ رکھ لئے جائیں، یہ تین لوگ فاضل ہیں۔ یہ تینوں لوگ اسی پلاٹ پر کام کرتے ہیں، جیسے کہ دیگر لوگ۔ تین فاضل لوگوں کا تعاون اس تعاون میں اضافہ نہیں کرتا جو پانچ لوگ دے رہے ہیں۔ اگر تین لوگ ہٹا دیئے جائیں تو کھیت کی پیداواریت نہیں گھٹے گی۔ کھیت کو پانچ لوگوں کی ضرورت ہے، یہاں تین فاضل لوگ بھیس بدل بے روزگار ہیں۔

شہری علاقوں میں، تعلیم یافتہ بے روزگاری ایک عام بات ہے۔ بہت سے ایسے نوجوانوں کو جنھوں نے اپنے دسویں، بی۔اے اور ایم۔اے کے امتحان پاس کر لئے ہیں، ملازمتیں نہیں مل پاتیں۔ مطالعہ بتاتا ہے کہ دسویں پاس نوجوانوں کی بہ نسبت بی۔اے اور ایم۔اے پاس نوجوانوں میں بے روزگاری تیزی سے بڑھی ہے۔ ایک متضاد افرادی قوت کی صورت حال مشاہدے میں اس وقت آتی ہے جب مخصوص زمروں میں فاضل (زائد) افرادی قوت، دوسرے زمروں میں افرادی قوت کی کمی کے ساتھ ساتھ وجود میں رہتی ہے۔ ایک طرف تو تکنیکی طور پر اہل افراد میں بے روزگاری ہے، دوسری طرف معاشی نمو کے لیے مطلوبہ تکنیکی مہارتوں کی کمی بھی پائی جاتی ہے۔

بے روزگاری سے کسی ملک میں موجود افرادی قوت کا وسیلہ ضائع ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو کہ معیشت کے لیے ایک اثاثہ ہیں، ملک کے لیے بوجھ بن جاتے ہیں، آج ملک کے نوجوانوں میں یاس و ناامیدی کا احساس موجود ہے، لوگوں کے پاس اتنا پیسہ بھی نہیں ہے جس سے وہ اپنے خاندان کا بار اٹھا سکیں۔ وہ تعلیم یافتہ لوگ جو کام کرنے پر راضی ہیں لیکن کوئی سود مند ملازمت تلاش کرنے میں خود کو نااہل پاتے ہیں، سماج کے لیے ایک بوجھ ہیں۔

بے روزگاری سے معاشی بوجھ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ کام

© NCERT not to be republished

کرنے والی آبادی پر بے روزگاروں کا انحصار بڑھتا رہتا ہے۔ جس سے کسی فرد کا معیار زندگی اور سماج بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ جب کسی خاندان کو محض گزارے لائق سطح پر زندگی گزارنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے، تب کی صورت حال میں بگاڑ پیدا

شکل 2.6: کیا آپ کو یاد ہے کہ اپنے جوتے یا سلیپر کی مرمت کرانے پر آپ جوتا مرمت کرنے والے کو کتنے پیسے دیتے ہیں؟

ہوتا ہے اور اسکولی نظام سے نکلنے والوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس لئے، بے روزگاری بحیثیت مجموعی معیشت پر نقصان دہ اثر ڈالتی ہے۔ بے روزگاری میں اضافہ ایک بدحال معیشت کا اشارہ ہے۔ یہ اس وسیلے کی بھی بربادی ہے جس کو ملک کے فائدے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر افراد کو وسیلے کی حیثیت سے استعمال نہ کیا جا سکے تو یہ صورت حال ملکی معیشت کے لیے ایک بوجھ بن کر رہ جاتی ہے۔

شماریاتی طور سے ہندوستان کی صورت حال میں بے روزگاری کی شرح کم ہے۔ کم آمدنی اور پیداواریت والے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو برسرروزگار کے زمرہ میں رکھا جاتا ہے۔ وہ پورے سال کام کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن ان کی صلاحیت اور آمدنی کی اصطلاح میں یہ ان کے لیے کافی نہیں ہے۔ وہ جو کام کر رہے ہیں، لگتا ہے مجبوری میں کیا جا رہا ہے۔ اس لیے وہ اپنی پسند کے کسی دوسرے کام کی خواہش کر سکتے ہیں۔ غریب لوگ بیکار بیٹھنے کے حامل نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی کمائی کی صلاحیت کا لحاظ کئے بغیر کسی نے کسی کام میں لگ جانے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان کی کمائی ان کو محض گزارے لائق سطح پر ہی رکھتی ہے۔

مزید براں، ابتدائی سیکٹر میں خود روزگار کے ذریعہ ہی روزگار کے ڈھانچے کی خصوصیت کا تعین ہوتا ہے۔ پورا کنبہ کھیت پر کام کرتا ہے، چاہے حقیقت میں ہر شخص کی ضرورت پیش نہ آتی ہو، اس لئے، زراعتی سیکٹر میں چھپی بے روزگاری ہوتی ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کنبے کے تمام افراد کھیت کی پیداوار کے عمل میں شریک ہوتے ہیں۔ دیہی سیکٹر میں کھیت کے کام میں ہاتھ بٹانے کا تصور اور اس سے حاصل پیداوار بے روزگاری کی صعوبتوں سے چھٹکارا دلاتی ہے۔ لیکن اس صورت حال سے فیملی کی غربت میں کمی واقع نہیں ہوتی، اس لئے بتدریج ہر گھر کے فاضل فرد کا ملازمت کی تلاش میں گاؤں سے نقل مکانی (ہجرت) کا رجحان رہتا ہے۔

آیئے متذکرہ تینوں سیکٹروں میں روزگار کے منظرنامے پر بحث کرتے ہیں۔ زراعت، محنت کی سب سے زیادہ کھپت کرنے والا سیکٹر ہے، حالیہ برسوں میں زراعت پر منحصر آبادی میں کافی کمی آئی ہے، یہ اس بھیس بدل بے روزگاری کی وجہ سے ہوا ہے جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ زراعت میں بعض زائد محنت یا تو کسی ثانوی یا پھر ثالثی سیکٹر میں چلی گئی ہے، ثانوی سیکٹر میں چھوٹے پیمانے پر اشیاء سازی محنت کو سب سے زیادہ کھپاتی ہے۔ ثالثی سیکٹر کی صورت میں بایوٹکنالوجی اور اطلاعاتی ٹکنالوجی وغیرہ جیسی نئی خدمات ابھر کر آ رہی ہیں۔

© NCERT not to be republished

آیئے یہ جاننے کے لئے ایک کہانی پڑھتے ہیں کہ لوگ گاؤں کی معیشت کے لیے کس طرح اثاثہ بن سکتے ہیں۔

ایک گاؤں کی کہانی

ایک ایسا گاؤں تھا جس میں متعدد کنبے رہتے تھے۔ ہر کنبہ اپنے ممبران کا پیٹ بھرنے کے لئے کافی پیداوار کر لیتا تھا۔ کنبے کے افراد اپنے کپڑے خود سی کر اور اپنے بچوں کو خود پڑھا کر اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ کنبوں میں سے ایک نے اپنے ایک بیٹے کو زراعتی کالج میں بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس کو ایک نزدیکی زراعتی کالج میں داخلہ مل گیا۔ تھوڑی مدت کے بعد اس نے ایگرو انجینئرنگ میں اپنا امتحان پاس کر لیا اور گاؤں واپس لوٹ آیا۔ وہ اس درجہ تخلیقی ذہن کا ثابت ہوا کہ اس نے ایک ایسے ہل کا ڈیزائن بنا ڈالا جو گیہوں کی پیداوار کو بڑھا سکتا تھا۔ اس طرح گاؤں میں ایگرو انجینئرنگ کی ایک نئی ملازمت نکالی گئی اور اس کو گاؤں میں ہی ملازمت دے دی گئی۔ کنبے نے زائد پیداوار نزدیکی گاؤں میں فروخت کر دی۔ جس سے ان کو کافی منافع ہوا اور سب نے مل کر فائدہ اٹھایا۔ اس کامیابی سے تحریک پا کر، تھوڑی مدت بعد تمام کنبوں نے گاؤں میں ایک میٹنگ کی۔ وہ بھی اپنے بچوں کے لئے ایک بہتر مستقبل کے خواہاں تھے۔ انہوں نے پنچایت سے گاؤں ہی کے اندر ایک اسکول کھولنے کی درخواست کی۔ انہوں نے پنچایت کو یقین دلایا کہ وہ سب ہی اپنے بچوں کو اسکول ضرور بھیجیں گے۔ پنچایت نے حکومت کی مدد سے ایک اسکول کھول دیا۔ نزدیکی قصبے سے ایک استاد کو ملازمت پر رکھا گیا۔ اس گاؤں کے تمام بچوں نے اسکول جانا شروع کر دیا۔ تھوڑی مدت بعد ایک کنبے نے اپنی بیٹی کو کپڑے سینے کی تربیت دی۔ اس نے گاؤں کے ان تمام کنبوں کے افراد کے لئے کپڑے سینے شروع کر دیئے جو اچھے سلے کپڑے خریدنا اور پہننا چاہتے تھے۔ اس طرح ایک اور نئی ملازمت یعنی ایک درزی کی ملازمت پیدا ہوگئی۔ اس کا دوسرا مثبت اثر پڑا۔ گاؤں والوں کا وہ وقت جو دور دراز علاقوں میں کپڑے خریدنے میں لگتا تھا، اب بچ گیا۔ اس کے بعد تو کسان اپنے کھیتوں پر مزید وقت دے سکتے تھے۔ اب کھیتوں میں پیداوار بڑھ گئی۔ یہ تو خوش حالی کی ابتدا تھی۔ اب کسانوں کے پاس اپنی ضرورت اور خرچ سے زیادہ پیداوار موجود تھی۔ اب وہ اپنی پیداوار ان لوگوں میں فروخت کر سکتے تھے جو گاؤں کے بازار میں آتے تھے، وقت کے ساتھ ساتھ اس گاؤں میں جہاں پہلے کبھی ملازمت کے مواقع نہیں تھے، استاد، درزی، زراعتی انجینئر اور دوسرے کئی کاموں کے مواقع پیدا ہو گئے۔ یہ ایک ایسے چھوٹے سے گاؤں کی کہانی تھی جہاں انسانی سرمایہ کی بڑھتی سطح نے اسے ایسی جگہ لا دیا جو پیچیدہ اور معاشی سرگرمیوں سے بھرپور ہوگئی۔

© NCERT not to be republished

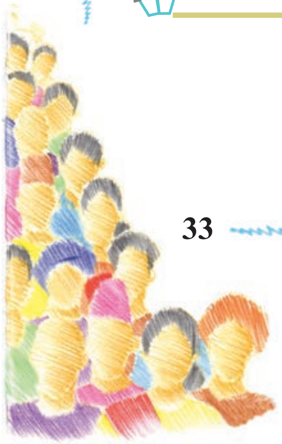

خلاصہ

آپ نے دیکھا کہ تعلیم اور صحت جیسے درآیدوں (inputs) نے کس طرح معیشت کے لیے ایک اثاثہ بنانے میں لوگوں کی مدد کی۔ اس باب میں ان معاشی سرگرمیوں پر بھی بحث ہوئی ہے جو معیشت کے تین سیکٹروں میں کی جاتی ہیں۔ ہم نے ان مسائل کے بارے میں بھی مطالعہ کیا جو بے روزگاری کے ساتھ وابستہ ہیں۔ آخر میں یہ باب ایک ایسے گاؤں کی کہانی کے ساتھ ختم ہوتا ہے جو پہلے ملازمت کے مواقع سے محروم تھا لیکن بعد میں ایسے مواقع سے مالا مال ہو گیا۔

مشق

1. ''انسان بطور وسیلہ'' اس جملہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
2. زمین اور مادی سرمایہ جیسے دوسرے وسائل سے انسانی وسیلہ کس طرح مختلف ہے؟
3. انسانی سرمایہ کی تشکیل میں تعلیم کا کیا کردار ہے؟
4. انسانی سرمایہ کی تشکیل میں صحت کا کیا کردار ہے؟
5. کسی فرد کے کام کرنے کی زندگی میں صحت کا کیا کردار ہے؟
6. ابتدائی سیکٹر، ثانوی سیکٹر اور ثالثی سیکٹر میں کون سی مختلف سرگرمیاں کی جاتی ہیں؟
7. معاشی اور غیر معاشی سرگرمیوں میں کیا فرق ہے؟
8. عورتوں کو کم تنخواہ کے کام پر کیوں رکھا جاتا ہے؟
9. اصطلاح ''بے روزگاری'' کو آپ کس طرح واضح کریں گے؟
10. بھیس بدل بے روزگاری اور موسمی بے روزگاری میں فرق بتائیے۔
11. تعلیم یافتہ بے روزگاری ہندوستان کا ایک خصوصی مسئلہ کیوں ہے؟
12. آپ کے خیال میں وہ کون سا میدان ہے جہاں ہندوستان روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کر سکتا ہے؟
13. کیا آپ تعلیم یافتہ بے روزگاروں کے مسئلہ کی شدت کو گھٹانے کے لئے چند اقدامات تجویز کر سکتے ہیں؟
14. کیا آپ کسی ایسے گاؤں کا تصور کر سکتے ہیں جو ابتدا میں ملازمت کے مواقع سے محروم تھا لیکن بعد میں وہاں متعدد مواقع وجود میں آ گئے؟
15. زمین، محنت، مادی سرمایہ اور انسانی سرمایے میں سے آپ کے خیال میں کون سا سرمایہ سب سے بہتر ہے؟ کیوں؟

© NCERT not to be republished

حوالہ جات

گیری، ایس بیکر، 1966، ہیومن کیپیٹل: اے تھیریٹیکل اینڈ ایمپاریکل اینالائسیس، وِد اسپیشل ریفرنس ٹو ایجوکیشن (Human Capital: A Theoritical and Empirical Analysis, with Special Reference to Education)، جنرل سیریز، نمبر 80، نیویارک، معاشی تحقیق کا قومی بیورو۔

تھیوڈر ڈبلیو، شلٹز، ''انوسٹمنٹ ان ہیومن کیپیٹل'' (Investment in Human Capital)، امریکی معاشی جائزہ، مارچ 1961۔

اکنامک سروے، 16-2015، وزارتِ خزانہ، حکومتِ ہندوستان، نئی دہلی۔

انڈیا وِژن 2020، پلاننگ کمیشن کی رپورٹ، حکومت ہندوستان، نئی دہلی۔

دسواں پنج سالہ منصوبہ (07-2002) کی وسط المدتی تشخیص۔ پلاننگ کمیشن، حصہ II، نئی دہلی۔

دسواں پنج سالہ منصوبہ (2002-2007) پلاننگ کمیشن، نئی دہلی۔

بارھواں پنج سالہ منصوبہ (17-2012) پلاننگ کمیشن، نئی دہلی۔

این سی ای آر ٹی، 2016، سہ لسانی لغت برائے معاشیات، صفحہ 62

© NCERT not to be republished